بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اشارات

یہ سطور لکھتے وقت آدھا ماہ ربیع الاوّل گذر چکا ہے۔ یومِ میلاد کے لیے اپنے قریبی ماحول میں اپنے کچھ بھائیوں کو آرائشی محراب بناتے اور جھنڈیاں لگاتے دیکھا تو جہاں یہ خوشی محسوس ہوئی کہ گلی گلی اور کوچے کوچے میں یومِ میلاد کے خیر مقدم کا جذبہ کام کر رہا ہے، وہاں ایک احساس یہ بھی اُبھر آکہ آرائش کرنے والے بھائی ہر سال اسی طرح میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد پر خراجِ عقیدت پیش کرتے ہیں، مگر اُن کی زندگیوں کا ڈھانچہ آج بھی وہی ہے جیسا دس سال پہلے تھا۔ انہیں جیسے یہ معلوم ہی نہ ہو کہ میلاد کا مقصد کیا ہے اور جس مقدس ہستی کی یاد منائی جا رہی ہے۔ اُس سے ہمارا تعلق کیا ہونا چاہیے اور اُس ہستی کی محبت کا تقاضا کیا ہے جھنڈیاں اور دروازے، پھول اور روشنیاں، عطر اور اگربتیاں، دیگیں اور ضیافتیں، نعتیہ مشاعرے اور قوالیاں، مجلسیں اور مذاکرے، وعظ اور لیکچر، اخباروں کے خاص نمبر اور ریڈیو، ٹیلی وژن کے پروگرام سب یکجا ہو کر زیرِ نظر آتے ہیں تو یوں معلوم ہوتا ہے کہ محبت و عقیدتِ رسولؐ کے جذبات کا ایک عظیم الشان کارواں گذر رہا ہے۔ توقع ہوتی ہے کہ جب شہروں اور قصبوں اور دیہات سے یومِ میلاد کو پُر زور طور پر اور ربیع الاوّل کے پہلے بارہ دنوں میں خصوصاً اور سارے مہینے میں عموماً یہ کاروانِ محبت و عقیدت گذرے گا تو صدہا دلوں کی دُنیا بدل جائے گی۔ کرداروں کے نقشے نئے بن جائیں گے۔ اخلاق میں نیا نکھار آجائے گا۔ تلاوت قرآن کی وجد آفریں آوازیں گھر گھر سے بلند ہونے لگیں گی۔ مسجدوں میں نمازیوں کی صفوں میں مستقل اضافہ ہو جائے گا۔

مگر ایسا نہیں ہوتا۔ اور ایسا نہیں ہوتا تو کیوں نہیں ہوتا۔

میں نے اس پر غور کیا ہے اور میں اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ اہلِ علم اہلِ قلم اور اہلِ زبان کی جو ذمہ داری

سیرت پاک کا پیغام اور محبت رسولؐ کا تقاضا عوام تک پہنچانے کی ہے، اسے ادا کرنے کے لیے اگرچہ بڑے خوبصورت پیرائے اختیار کیے گئے مگر کسی وجہ سے یہی خوبصورت پیرائے اصل مقصد میں رکاوٹ بن گئے ہیں۔

واعظوں اور شاعروں اور مقرروں اور مقالہ نگاروں کی جو قیمتی باتیں سامنے آئیں اُن میں زیادہ زور اس بات پر رہا ہے کہ ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی شان بڑی بلند ہے، مقام بے مثال ہے کردار بے داغ ہے۔ تمام انبیاء کے درمیان افضلیت کا مرتبہ حاصل ہے، تمام انسانوں میں اکملیت عطا ہوئی ہے۔ اور اس کے ساتھ یہ بھی کہ حضورؐ کا بدن حسنِ انسانی کا اعلیٰ ترین نمونہ تھا۔ چہرے، پیشانی، آنکھوں، لب و دندان، اندازِ گفتگو اور طرزِ تبسم میں صد ہا کرشمہ ہائے ناز پنہاں تھے۔ یہ سب کچھ برحق، بلکہ اس سے زیادہ باتیں کہنے کی ہیں۔ پھر زور اس بات پر کہ حضورؐ کی ساری زندگی پیدائش سے تا دمِ آخر معجزات ہی معجزات سے آراستہ ہے۔ اس میں بھی بحث کی کوئی بات نہیں۔

کمی جس چیز کی رہ جاتی ہے وہ لوگوں پر حضورؐ کے واجب الاتباع ہونے کی حیثیت ہے۔ حضورؐ پاک کو واعظین عرش کی بلندیوں پر دکھاتے ہوئے مخاطبوں کو اس طرف توجہ دلانا بھول جاتے ہیں کہ ہم اور تم سب کن پستیوں میں پڑے ہیں۔ یہ پستیاں حضورؐ پر ایمان لانے والوں کے لیے نہیں ہیں۔

حضورؐ کے صدق و امانت کے واقعات بیان کرتے ہوئے کوئی نہیں کہتا کہ ایسی سچائی اور ایسی امانت کو اختیار کرنا ہمارے لیے لازم ہے۔ کیونکہ ہم حضورؐ پر ایمان رکھتے ہیں اور حضورؐ کے اتباع کے پابند ہیں۔

حضورؐ ہمارے لیے داعی، معلم، مربی اور رمز کی مقرر کیے گئے ہیں۔ وہ قرآن سنانے کے ساتھ قرآن کو واضح کرتے اور اس کے عملی تقاضوں کو پیش کرنے پر مامور ہیں۔ وہ خدا کی طرف سے "مطاع" ہیں حضورؐ سے انحراف کر کے جو قدم بھی اُٹھایا جاتا ہے وہ عنداللہ مقبول نہیں ہے۔ وہ ہمارے لیے اسوہ ہیں اور اسوہ ہونے کے معنی یہ ہیں کہ اس عملی نمونے کو ہمیں ہر کام میں سامنے رکھنا ہوگا۔ اُن کے لیے خدا کا مطالبہ یہ ہے کہ آپس میں تمام معاملات میں جب تک یہ لوگ (تم پر ایمان لانے والے لوگ) خوش دلی سے فیصلہ کن اتھارٹی نہ مان لیں، اُن کو ایمان کا مقام نہیں مل سکتا۔ حضورؐ نے پکار کر فرمایا کہ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ (اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو پھر اس کا راستہ یہ ہے

کہ میری پیروی کرو، تبھی اللہ تم سے محبت کرے گا) یعنی اللہ کی محبت کا دعویٰ اُسی کا درست ہے اور جوابًا اللہ کی محبت اُسی کو ملے گی جو اللہ کے رسولؐ کی پیروی کرے گا۔ ورنہ قیامت کے دن منظر یہ ہوگا کہ بہت سے لوگ یہ دعویٰ لے کر پیش ہوں گے کہ ہم خدا پرست اور محبانِ رسالت ہیں۔ اس پر حضورؐ کے سامنے اُن کے اعمال کے دفتر رکھ کر گواہی طلب کی جائے گی کہ آیا یہ سب آپؐ کے آدمی ہیں اور ہمیں اُن سے آپؐ کی اُمت ہونے کا سلوک کرنا ہے۔ اس کا جواب وہ عظیم راست باز یہ دے گا کہ یارب ان قومی اتخذوا ھذا القرآن مھجورًا۔ (اے میرے رب مجھ سے نسبت رکھنے والے اس گروہ نے قرآن سے رُوگردانی کر لی تھی) رہ وہ لوگ جو آج دُنیا میں عید میلاد منا کر اور جشنِ محبتِ رسولؐ کی گھڑیاں درُود و سلام سے آلاپتے ہوئے گزار کر دُنیا بھر کے سارے جرائم اس اُمید پر کرتے رہتے ہیں کہ آخرت تو اپنی ہی ہے وہاں اپنا آدمی شفاعت کے لیے موجود ہے۔ بس گناہوں سے کیا پرہیز ـــــــ اُن کو وہاں جا کر معلوم ہوگا کہ وہاں اندھی سفارش نہیں ہوتی جو شخص دُنیا میں انتہا درجہ کا صادق و امین تھا وہ آخرت میں بھی صادق و امین ہوگا۔

نبیؐ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس دُنیا ہی میں بہت سے معاملات میں وضاحت فرما گئے ہیں کہ ایسے اور ایسے لوگوں کے لیے میں سفارش نہیں کروں گا۔ یا ایسے اور ایسے افعال کرنے والوں کے لیے میری شفاعت نہیں ہوگی۔

ہیں سنہ ربیع الاوّل یا کسی دوسرے موقع کی تقاریر سیرت میں بالعموم عالموں اور لیکچررون اور شاعروں اور صحافیوں کو یہ بات عوام سے صاف صاف کہتے نہیں پایا۔

محبت کی دو قسمیں ہیں۔

ایک اس ملازم کی محبت ہے جو آقا کی ہر پکار پر دوڑا آتا ہے اور جو حکم دیا جاتا ہے بسر و چشم قبول کرکے تعمیل کرتا ہے۔ دوسرا ملازم وہ ہے جو آقا کی کسی پکار پہ لبیک نہیں کہتا۔ کوئی کام کرکے نہیں دیتا۔ کوئی امر و نہی تسلیم نہیں کرتا۔ مگر زیادہ سے زیادہ کوشش یہ کرتا ہے کہ آگے بڑھ کر سلام پیش کرے اور قصیدے پڑھے اور اشعار گائے، اور جھنڈیاں لگائے اور روشنیاں آراستہ کرے۔

کیا دونوں کا کردار ایک جیسا ہے؟ کیا دونوں کا انجام ایک جیسا ہوگا؟

کوئی دوست ایسے ہم نشین کو دوست نہیں مانتا جو تعریفوں کے پل باندھتا ہو اور اپنے جذبات وفا کا بڑا اظہار کرتا ہو، مگر دوست جس کام میں اُس سے تعاون چاہے اس سے روگردانی کر جاتے۔

تو پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ یہ مذاق کہاں تک چلے گا کہ تعریفوں کے پُل باندھے جائیں، گلیوں بازاروں کی آرائش کردی جاتے۔ اور زندگی اس طرح گذاری جائے جس طرح گذر رہی ہے، کبھی بھولے سے اس رسولؐ محبوب سے پوچھیں ہی نہیں کہ آپ کیا چاہتے ہیں؟ کیا فرماتے ہیں؟

میں ترس گیا ہوں ایسی مثالوں کے لیے کہ عمر بھر کا معاملہ تو چھوڑیے، ہمارے کچھ پیارے بھائی ربیع الاول کی برکات اور سیرتِ مطہرہ کی سعادتوں کے زیرِ اثر ایک دن ہی کے لیے یہ طے کرلیں کہ آج ہم کوئی جھوٹ نہ بولیں گے۔ آج ہم کسی سے فریب نہ کریں گے، آج کوئی غلط ناپ تول نہ ہوگا، آج رشوت کا لین دین نہ ہوگا آج حرام خوری کسی شکل میں نہ ہوگی۔ آج غیبت، بہتان اور تمسخر سے پرہیز کیا جائے گا۔ آج نگاہ کسی ممنوعہ منظر سے آلودہ نہ ہوگی۔

مجھے تو اپنے اردگرد ایسے لوگ بھی نظر نہیں آتے جو ایک دن کا انقلاب اپنے اُوپر اُس رسولِ اقدس کی خاطر طاری کرلیں جو زمانے بھر میں بہترین قسم کا انقلاب برپا کرنے اُٹھا تھا۔

کاش کہ کوئی ایک دن ہماری زندگیوں میں ایسا آتا کہ قوم کے تمام بالغ افراد محبتِ رسالتؐ سے سرشار ہوکر مساجد کے صفوفِ نماز میں کھڑے ہو جاتے۔

ہم لوگ رسولِ پاک کے مراتبِ عالیہ اور سیرت کے واقعاتِ زرّیں بہت بیان کرتے ہیں، مگر ایک چیز ہم نے گم کردی ہے جسے قرآن نے بل ھو نبأ عظیم کہا تھا۔ قرآن ہی نے نہیں، سردارانِ قریش نے بھی یہ بات پالی تھی کہ وہ امرِ عظیم ہے۔ دین جس "امرِ عظیم" پر مشتمل ہے وہ ہماری تقریروں اور وعظوں میں گم ہے۔ وہ امرِ عظیم جس کے لیے چاہا گیا تھا کہ "کونوا انصار اللہ"۔ ساری دنیا کی اصلاح (امر بالمعروف اور نہی عن المنکر) کا وہ مقصد جس کے لیے خدا پرستوں کو ایک حزب اللہ کی شکل دی گئی تھی، تمام اہلِ ایمان کلمۂ حق کے سپاہی بن گئے تھے۔

کلمۂ حق کے ان سپاہیوں کی شان یہ تھی کہ خدا کو خدا اور رسول کو رسولؐ ماننے کے بعد پھر انہوں نے

ہمہ تن سرِ تسلیم خم کر دیا۔ بغیر کسی جبریت اور قانونی مطالبہ کے اپنے باطنی رضا کارانہ جذبے سے وہ ہر اُس چیز کو اپنے اوپر طاری کرنے کے منتظر رہتے تھے، جو خدا اور رسول ؐ کی طرف سے آتی تھی۔

آج وہ محمدی سپاہی شاذ و نادر ہی کوئی دیکھنے میں آتا ہے کہ جس کو انضباط میں رکھنے کے لیے اندرونی رضا کارانہ جذبہ ہی کافی ہو۔ اور آج وہ نبأ عظیم غائب ہے، اُس کی جگہ مذہب رہ گیا ہے اور مذہب بھی ایسی جاگیر ہے جسے مختلف فرقوں نے آپس میں بانٹ رکھا ہے۔ اور اس کے لیے مسلسل لڑتے جھگڑتے رہتے ہیں۔

آج ایک خراب شدہ معاشرہ میں ہمارے اندر طرح طرح کی برائیاں فروغ پا گئی ہیں۔ شراب اور قمار سے لے کر سمگلنگ اور نفع اندوزی تک، جھوٹ اور فریب سے لے کر رشوت اور غبن تک، کام چوری سے لے کر ڈاکے اور قتل تک، ہر قسم کی برائیوں کا ایک وسیع عجائب گھر چاروں طرف پھیلا ہوا ہے۔ تشدد کینہ اور نفرت وہ زہر ہیں جنہوں نے ہماری وحدت و اخوت کو تباہ کر دیا ہے۔ پھر دولت اور معیارِ زندگی اور سٹیٹس کے بتوں کی پوجا ایسی عام ہوئی کہ اب کسی بھی گھر کے حرم میں جا کے دیکھو تو یہ لات وہبل دلوں اور دماغوں پر چھائے ہوئے ملیں گے۔

حد یہ ہے کہ رسول کریم کے لائے ہوئے دین پر اعتراض کرنے والے، حضور ؐ کی تعلیمات اور معمولات کا مذاق اُڑانے والے، اِس دین سے انحراف کر کے دوسرے دین قبول کرنے والے اور اِس دین کے اندر دوسرے ادیان کا پیوند لگانے والے بھی ہمارے اندر بکثرت موجود ہیں۔ اور یہ سب بھی عید میلاد اور اُس کی جھنڈیوں اور خوشبوؤں سے دلچسپی لیتے ہیں، بلکہ تقریریں بھی کرتے ہیں اور نعتِ رسول ؐ بھی لکھتے ہیں۔

اور جو جس خرابی، جس بد اخلاقی اور جس جرم میں مبتلا ہے، وہ اس میں محرم گزار کر بھی اسی طرح مگن رہتا ہے اور ماہ ربیع الاول گزار کر بھی کسی تبدیلی کا خیال تک نہیں کرتا۔ ہماری اجتماعی ساخت کا ٹیڑھ اتنا پکا ہو گیا ہے کہ پہلے رمضان گذرتا ہے، پھر حج کا مبارک مہینہ گذرتا ہے، پھر محرم میں لوگ یادِ حسین میں آنسوؤں کے دریا بہا دیتے ہیں اور مرثیوں کا طوفان اُٹھا دیتے ہیں۔ پھر ربیع الاول رحمتوں کی گھٹاؤں کے ساتھ دلوں کی آبیاری کرنے آتا ہے۔ مگر ہم جہاں کے تہاں رہتے ہیں۔ ہر ایک اپنی اپنی عادات اور اپنے اپنے رویّوں کو نہایت سختی سے محفوظ رکھتا ہے۔

اِن گذارشات سے مقصود یہ ہے کہ ذہین دینی عناصر اس مسئلے پہ غور کریں اور اپنے طریق کار میں ایسی تبدیلیاں پیدا کریں کہ ہمارے منجمد نظامِ فکر و عمل میں وہ تغیرات رونما ہوں جس کو پیدا کرنے کے لیے محمد صلّی اللہ علیہ وسلّم تشریف لائے تھے۔ اللّٰھم صلّ علیٰ محمدٍ و علیٰ آلِ محمدٍ و بارک وسلّم۔

---

(۲)

معاشرے کے اخلاقی احوال کو زیر گفتگو لاتے ہوئے مجھ سے بعض نوجوانوں نے پوچھا کہ ہم لوگ کچھ کام کرنے کا دینی جذبہ رکھتے ہیں، موجودہ حالات میں آپ کے خیال میں کونسا کام کس طرح کرنا مفید ہوسکتا ہے۔

میں نے عرض کیا کہ اس وقت آپ دیکھ رہے ہیں کہ ملک کے اردگرد مصائب کے بادل منڈلا رہے ہیں۔ یہ ایسا وقت تھا کہ خشیت کے جذبات پیدا ہوتے، مگر قوم اپنی ڈگر پہ چلی جا رہی ہے۔ اس وقت لوگوں تک پہنچ کر حسبِ ذیل ذمہ داریاں انجام دینی چاہییں۔

۱۔ مہاجرین کے لیے حصول امداد کی جو مہم چل رہی ہے اُسے کچھ لوگ کو بکولے کے چلیں ...... جہاں وہ جائیں گے، وہاں مہاجرین کے مصائب سے لے کر افغانستان کے حالات تک سب کچھ زیرِ گفتگو آسکتا ہے۔ اور بات یہاں تک بھی پہنچے گی کہ ایسا کیوں ہوا۔

۲۔ یہ وقت ہے کہ ہم اپنے عوام کو ذاتی رابطے کی صورت میں بڑے پیار کے ساتھ یہ سمجھائیں کہ حالات بڑے سخت اور پیچیدہ ہورہے ہیں۔ لہٰذا ہمیں اپنی اصلاح کی طرف توجہ کرنی چاہیے۔ اور ناجائز کمائیوں اور غلط عادات سے نجات حاصل کرنی چاہیے۔

۳۔ قوم کو ایک جذبۂ جہاد کی ضرورت ہے، مگر جہاد یکایک تلوار اُٹھا لینے کا نام نہیں، جہاد کرنے سے پہلے خود اپنے خلاف جہاد لڑنا پڑتا ہے۔ ایک ایک فرد کو یہ بتانے کی ضرورت ہے کہ تیاریٔ جہاد کے لیے وہ جہاد کا پہلا مرحلہ اپنے اندر کیسے شروع کریں۔

۴۔ کسی سے بھی اسلحہ خریدے جائیں یا کوئی ایڈ ملے، اصل دار و مدار اسلحہ پہ نہیں ہے بلکہ اسلحہ کی قوت کو دس گنا بڑھانے والی چیز سچا ایمان اور غیرت ملّی کا جذبہ ہے۔ اس کی ایک تازہ مثال

افغان بھائیوں نے تاریخ میں قائم کر دکھائی ہے۔ اسی جوشِ ایمان اور غیرتِ ملی کو ہمیں اپنے عوام کے اندر پیدا کرنا ہے۔

۵۔ لوگوں میں چلتے پھرتے ہوئے ایسا اشتراکی لٹریچر آسان زبان اور مختصر عبارات پر مشتمل ہے جائیے جو یہ حقیقت واضح کر دے کہ اشتراکیت کس جبریت سے قائم ہوئی۔ اُس نے سمرقند و بخارا کے مسلمانوں کو کچلنے کے لیے کیا کیا۔ چیکوسلواکیہ، ہنگری، مصر، برما، اریٹیریا، جنوبی یمن، صومالیہ وغیرہ میں کیا پارٹ ادا کیا۔ اور اب افغانستان میں خونِ مسلم کی ارزانی کس طرح ہو رہی ہے۔

۶۔ جہاد کے لیے اتحاد ضروری ہے۔ اتحاد اولاً ہمیں اپنے اندر درکار ہے۔ نظریاتی، فرقہ وارانہ، طبقاتی اور علاقائی اختلافات کو غیر مؤثر بنانے کے لیے اسلامی تعلیمات اور رسولِ خدا کی تلقینات کو اپنے بھائیوں میں عام کیجیے۔ پھر اپنی کوششوں کو اور زیادہ پھیلا کر پورے عالمِ اسلام کی وحدت کے لیے بھی کام کیجیے۔ بلکہ اگر آپ نوجوانوں کو اثر اندازی کا کوئی راستہ ملے تو اس تجویز کو اُبھاریں کہ مشترک دفاع کے ساتھ مشترک اسلحہ سازی کا ایک وسیع پروگرام شروع کیا جائے جس کے تحت مختلف ضروریات ہمارے مختلف مسلم ممالک میں تیار ہوں۔ بعض مسلم ممالک سرمایہ لگا کر اور بعض ملک ٹیکنالوجسٹوں اور سائنسدانوں کو شریک کر کے کام کا آغاز کر سکتے ہیں۔ بیرونی اسلحہ کی آمد اپنی ذمہ داریوں سے غافل بھی کر سکتی ہے۔

۷۔ بیرونی امداد جب آتی ہے تو (کئی ممالک کے پچھلے تجربات گواہ ہیں) اس کے ساتھ ساتھ بدعنوانیاں (CORRUPTION) بڑھتی ہیں۔ یہاں تو معاملہ یہ ہے کہ بدعنوانیاں پہلے سے خوب پھل پھول چکی ہیں، اب ان کا انسداد کرنے میں حکومت کا جو فرض ہے اُسے وہ خود ادا کرے۔ آپ لوگوں میں اسلامی اخلاق کی تعلیمات کو اتنا راسخ کریں کہ جو لوگ متاثر ہوں کم سے کم وہ تو بہتی گنگا سے اپنے ہاتھ رنگنے کی کوشش نہ کریں۔

۸۔ نظریۂ پاکستان سے اختلاف کرنے والے عناصر اور خصوصاً روس سے نظریاتی و اعتقادی رشتے رکھنے والے گروہوں سے بھی حکومت اپنے طریق سے ایسا معاملہ کرے کہ وہ بحالات موجودہ بعض اداروں میں اہم حیثیت کے ساتھ موجود رہ کر خلل انداز نہ ہو سکیں۔ مگر آپ کا کام یہ ہے کہ آپ ان تک بھی اسلامی دعوت کو لے کے جائیں اور پیار سے مگر پورے استدلال کے ساتھ (باقی برصفحہ ۴۸)